ہمارے قائداعظمؒ

(بچوں کے لئے)

حسین سحر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے قائداعظم

(بچوں کے لئے)

حسین سحر

سحر سنز.................لاہور / ملتان

ضابطہ

(جملہ حقوق محفوظ)

اشاعت اوّل 2007

اہتمام .... الکتاب گرافکس پل شوالہ ملتان

ناشر .... سحر سنز لاہور/ملتان

قیمت .... -/50 روپے

ملنے کا پتہ

کتاب نگر ...... حسن آرکیڈ ملتان چھاؤنی

انتساب

شہروز۔ مہروز

اُسوہ اور عُروہ

کے نام

ترتیب

۱۔ شخصیت 11

۲۔ پیدائش 13

۳۔ بچپن 15

۴۔ تعلیم 17

۵۔ انگلستان کا سفر 20

۶۔ سیاست سے دلچسپی 22

۷۔ واپسی 25

۸۔ وکالت 27

۹۔ عدالت 29

۱۰۔ نئے حالات 31

۱۱۔ شادی 33

۱۲۔ عملی سیاست 37

۱۳۔ بے خوف شخصیت 39

۱۴۔ کانگریس سے علیحدگی 44

۱۵۔ قانونی جنگ 47

۱۶۔ مسلم لیگ کی قیادت 50

۱۷۔ منزل کی جانب 56

۱۸۔ آزمائش کی گھڑی 59

۱۹۔ معمارِ قوم 62

۲۰۔ آخری سفر 64

۲۱۔ اخلاق و عادات	66
۲۲۔ خوراک	68
۲۳۔ لباس	70
۲۴۔ مطالعہ	71
۲۵۔ شگفتگی	72
۲۶۔ مشغلے	75
۲۷۔ ورثہ	76
۲۸۔ ارشادات	77

☆☆☆☆

شخصیت

ہم ہر سال 11 ستمبر کو اپنے پیارے وطن پاکستان کے عظیم محسن اور بابائے قوم حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برسی مناتے ہیں اور ان کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ قائداعظم جیسے لیڈر ہماری قوم میں نہ ہوتے تو آج ہم ہندوؤں کے غلام ہوتے اور کبھی ایک آزاد اور خود مختار وطن میں سانس نہ لے رہے ہوتے۔ یہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی کی بے مثال شخصیت تھی۔ جنہوں نے رات دن

محنت کر کے برصغیر کے تمام مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور پھر انگریزوں سے آزادی حاصل کر کے پاکستان کو دنیا کے نقشے پر ابھارا۔

قائداعظم کا مطلب ہے سب بڑا لیڈر، چونکہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سب سے بڑے لیڈر تھے۔ اس لئے انہیں قائداعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

پیدائش

ہمارے پیارے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ 25 دسمبر 1876ء کو اتوار کے دن کراچی کے محلّہ کھارادر میں پیدائے ہوئے۔ اسی تاریخ یعنی 25 دسمبر کو دنیا بھر کے عیسائی اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش یعنی کرسمس مناتے ہیں۔ اس طرح یہ دن عیسائیوں اور مسلمانوں میں یکساں بابرکت سمجھا جاتا ہے۔ آپ کے والد محترم جناح بھائی پونجا چمڑے کے تاجر تھے۔ ماں کا نام

سکینہ تھا۔ ماں باپ نے آپ کا نام رسول کریم ﷺ کے مبارک نام محمد ﷺ اور شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہ کے متبرک ناموں پر محمد علی رکھا۔ کراچی کے جس مکان میں آپ پیدا ہوئے اسے وزیر مینشن کہا جاتا ہے۔

☆☆☆☆

بچپن

قائداعظم کا خاندان خوشحال تھا۔ اس لئے ان کی پرورش اور تربیت بڑے لاڈ پیار سے ہوئی۔ چونکہ وہ والدین کی پہلی نرینہ اولاد تھے۔ اس لئے خاندان کے سب لوگ انہیں بہت پیار کرتے تھے۔ قائداعظم بہت صفائی پسند تھے۔ یہ صفت آپ میں بچپن ہی سے پائی جاتی تھی۔ چنانچہ محلے کے لڑکوں کے ساتھ آپ گلی ڈنڈا اور گولیاں وغیرہ اس لئے نہیں کھیلتے تھے کہ ان کھیلوں سے کپڑے میلے ہوجاتے

ہیں۔اس کی بجائے آپ کرکٹ بڑے شوق سے کھیلتے تھے کیونکہ اس سے کپڑے گندے نہیں ہوتے۔

☆☆☆☆

تعلیم

قائداعظم جب پانچ برس کے ہوئے تو آپ کوتعلیم کیلئے سندھ مدرسہ کراچی میں داخل کرادیا گیا بچپن ہی سے آپ بڑے ذہین اور لکھنے پڑھنے کے شوقین تھے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ بڑے چاق وچوبند اور پھرتیلے بچے بھی تھے۔ اس لئے کھیل کود میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہتے۔آپ کے ہم عمر لڑکے آپ کو ایک بہترین کھلاڑی مانتے تھے۔آپ نے مدرسے میں قرآن شریف کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو بھی پڑھی۔آپ ذرا بڑے ہوئے تو آپ کو مزید تعلیم کیلئے

بمبئی بھیج دیا گیا۔ جہاں گوکل داس پرائمری سکول سے آپ نے پرائمری پاس کی۔ لیکن یہاں کی آب وہوا آپ کو راس نہ آئی ادھر آپ کی جدائی میں آپ کی والدہ بھی اداس رہتی تھیں اس لئے آپ پھر کراچی آ گئے اور یہاں مشن ہائی اسکول میں داخل ہو گئے۔ یہیں سے آپ نے پندرہ سال کی عمر میں میٹرک کا امتحان بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا۔

آپ کے پڑھنے کے شوق کے بارے میں ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔ آپ اکثر رات کو دیر تک پڑھتے رہتے تھے۔ ایک رات دو بجے کے قریب گھر میں آپ کی ایک رشتے دار عورت کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کے کمرے کی بتی ابھی تک جل رہی ہے۔ وہ سمجھیں کہ محمد علی پڑھتے پڑھتے بتی بجھائے بغیر سو گیا ہے۔ چنانچہ اٹھ کر بتی

بجھانے کیلئے قائد اعظم کے کمرے میں گئیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ محمد علی سویا نہیں بلکہ بڑی توجہ سے ایک کتاب پڑھ رہا ہے۔ انہوں نے آپ کو ہدایت کی کہ اتنی رات گئے تک نہ پڑھا کرو اس سے صحت خراب ہو جائے گی۔ قائداعظم ان کی یہ بات سن کر مسکرائے اور کہا میں بہت ساری کتابیں پڑھ کر بڑا آدمی بننا چاہتا ہوں تاکہ اپنی قوم کا نام روشن کروں۔ چنانچہ بڑے ہو کر اپنی محنت اور کوشش سے قائداعظم بن کر واقعی آپ نے اپنی قوم کا نام روشن کر دیا۔

☆☆☆☆

انگلستان کا سفر

جب آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کرلیا تو آپ کے والد کی خواہش تھی کہ آپ کے ان ساتھ کاروبار میں شریک ہوں لیکن اپنے ایک انگریز دوست سر مینڈر ک کرافت کے مشورے پر انہوں نے بیٹے کو بیرسٹری یعنی قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان بھیجنے کا ارادہ کیا۔ قائد اعظم بھی دل سے یہی چاہتے تھے چنانچہ 1882ء میں وہ انگلستان پہنچ گئے ۔ وہاں لندن میں قانون کی مشہور درسگاہ ''لنکنز ان'' میں آپ کو داخلہ مل گیا۔ آپ نے خوب دل لگا

کر وہاں قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے بعد جو وقت ملتا آپ لندن کے عجائب گھر کے مشہور کتب خانے میں گزارتے اور وہاں نامور اور مشہور ہستیوں کی سوانح حیات پڑھتے اور وہیں بیٹھے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتے رہتے۔ بڑے لوگوں کی سوانح حیات پڑھنے سے ان کا ذہن مزید روشن ہوا اور ان کے خیالات اور بلند ہوئے۔ آخر 1896ء میں صرف بیس برس کی عمر میں بیرسٹری کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کرکے کراچی واپس آ گئے۔

☆☆☆☆

سیاست سے دلچسپی

لندن کے زمانہ طالب علمی میں ہی انہوں نے ملکی اور بین الاقوامی سیاسی حالات میں دلچسپی لینا شروع کردی تھی۔ اس عرصے میں جہاں ان کے دوسرے ہم جماعت سیروتفریح میں وقت گزارتے۔ قائداعظم کتابوں کے مطالعے کے ساتھ حالات کا جائزہ لیا کرتے تھے۔ اس دوران میں انہوں نے وہاں بہت سے انگریزوں سے بھی واقفیت پیدا کرلی۔ ہندوستان کے ایک بہت بڑے سیاسی

لیڈر دادا بھائی نوروجی بھی انہی دنوں لندن میں رہتے تھے۔ وہ لندن انڈین سوسائٹی کے صدر تھے۔ انہوں نے قائداعظم کو دیکھا تو بڑے متاثر ہوئے چنانچہ انہیں اس سوسائٹی کا سیکرٹری بنا دیا یہیں سے ان کی عملی سیاست کا آغاز ہوا۔

دادا بھائی نوروجی کی سرگرمیوں سے تنگ آ کر ایک دفعہ انگلستان کے وزیراعظم نے انہیں کالا آدمی کہہ دیا۔ اس سے ہندوستانی طلبہ سخت مشتعل ہوگئے اور انہوں نے دادا بھائی نوروجی کو وہاں کی پارلیمنٹ کے الیکشن میں کھڑا کردیا۔ قائداعظم نے رات دن ان کے لئے کام کیا اور آخر وہ کامیاب ہوگئے۔ اس واقعے سے قائداعظم کے دل میں سویا ہوا جذبہ آزادی بیدار ہوگیا۔ جو آگے چل کر ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے آزادی حاصل کرنے کا

باعث بنا۔ چنانچہ اب آپ وطن واپس آئے تو صرف ایک قانون دان ہی نہیں بلکہ ایک سیاستدان بھی تھے۔

☆☆☆☆

واپسی

وطن واپس آئے تو آپ کے دڑل میں مستقبل کے سنہرے خواب تھے لیکن جونہی گھر پہنچے تو حالات بدلے ہوئے تھے والد کو تجارت میں سخت نقصان اٹھانا پڑا تھا اس طرح ان کا خاندان مالی پریشانیوں میں گھرا ہوا تھا مگر آپ ان مشکلات سے گھبرانے کی بجائے ایک نئے عزم اور ہمت سے اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ کراچی میں انہیں اپنی وکالت کے لئے فضا ساز گار نظر نہ آئی تو بمبئی چلے گئے اور وہاں

قسمت آزمائی کا فیصلہ کرلیا۔آپ اپنی دھن کے پکے تھے یہی وجہ ہے کہ انہیں زندگی کے ہر میدان میں کامیابی حاصل ہوئی۔

☆☆☆☆

وکالت

بمبئی میں آپ نے وکالت کے پیشے میں مہارت حاصل کرنے کیلئے دن رات محنت کی۔شروع میں حالات اتنے اچھے نہیں تھے لیکن آپ ہمت نہ ہارے اور مایوس نہیں ہوئے۔ایک دن ان کے والد کے ایک دوست کے ذریعے انہیں ایڈووکیٹ جنرل مسٹر میکفرن سے ملنے کا موقع ملا جو بہت اچھے اورلائق آدمی تھے۔وہ قائداعظم سے مل کر اتنے متاثر ہوئے کہ اپنی قیمتی لائبریری سے فائدہ اٹھانے کی انہیں اجازت دے دی۔آپ نے وہاں نہایت

محنت سے قانون کی اہم کتابوں کا مطالعہ کیا اور آخر اتنے ماہر ہوگئے کہ جو بھی مقدمہ لیتے اسے جیت کر چھوڑتے۔ اور صرف ایک سال کے اندر اندر وہ ایک مشہور وکیل کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔

☆☆☆☆

عدالت

آپ وکیل کے طور پر کام کر رہے تھے کہ 1910ء میں بمبئی کے پریزیڈنسی مجسٹریٹ مسٹر ہوشنگ دستور تین مہینے کی چھٹی پر چلے گئے۔ ان کی جگہ خالی تھی۔ چنانچہ کئی بیرسٹروں نے اس عہدے کیلئے درخواست دی۔ آپ بھی ان میں شامل تھے، لیکن یہ عہدہ قابلیت کی بجائے سفارش سے حاصل ہوسکتا تھا۔ چنانچہ آپ بے جھجک محکمہ عدالت کے افسر اعلیٰ سر چارلس سے جا کر ملے۔ وہ آپ کے بارے میں پہلے ہی بہت کچھ جانتے تھے۔ انہوں نے فوراً آپ کو اس منصب پر مقرر کردیا۔ یہ

ملازمت صرف تین مہینے کے لئے عارضی تھی لیکن اس میں مزید تین ماہ اور بڑھا دیئے گئے اور جب یہ مدت ختم ہوگئی تو سر چارلس نے ان کی غیر معمولی قانونی مہارت اور قابلیت کو دیکھتے ہوئے انہیں پندرہ سو روپے مہینے پر دوبارہ ملازمت کی پیش کش کی تو قائداعظم نے مسکراتے ہوئے اس سے انکار کردیا اور کہا کہ میں اتنے پیسے ایک دن میں کمانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ سر چارلس یہ سن کر حیران ہوئے۔انہیں اس کی توقع نہ تھی کیونکہ چند مہینے پہلے انہوں نے خود اس کے لئے درخواست دی تھی آپ نے چند دنوں میں اپنے الفاظ کو سچ ثابت کردکھایا اور واقعی پندرہ سو روپے روزانہ سے بھی زیادہ کمانا شروع کردیا۔اس واقعہ کے کچھ عرصے بعد سر چارلس جب دوبارہ ایک محفل میں آپ سے ملے اور آپ کی آمدنی کا انہیں علم ہوا تو بڑے خوش ہوئے۔

نئے حالات

اب آپ کے مالی حالات بہتر ہوگئے تھے۔پریشانیاں ختم ہوگئیں اور روز بروز نئی سے نئی کامیابی مل رہی تھی۔بمبئی کے وکیلوں میں ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔اب وہ اپنے پرانے مکان کو چھوڑ کر تاج محل ہوٹل کے نزدیک ایک خوبصورت فلیٹ میں رہنے لگے تھے۔ایک شاندار بگھی بھی لے لی اور نوکر چاکر بھی رکھ لئے۔لیکن کچھ عرصے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے بلند ارادوں اور حوصلوں کے آگے بمبئی بھی تنگ ہے۔چنانچہ 1930ء میں آپ برطانیہ چلے

گئے اور وہاں چار برس تک پریوی کونسل میں وکالت کرتے رہے۔ اس عرصے میں انہوں نے وہاں بھی انگلستان کے اونچے حلقوں میں عزت اور شہرت حاصل کرلی۔

☆☆☆☆

شادی

قائداعظم کی پہلی شادی انگلستان جانے سے پہلے سولہ سال کی عمر میں ہوگئی تھی۔ لیکن چونکہ یہ کم سنی کی اور زبردستی کی شادی تھی۔ اس لئے کامیاب نہ ہوسکی۔ آپ جب لندن سے واپس آئے تو خاندان کے خراب مالی حالات اور پریشانی کے باعث وہ اس طرف توجہ نہ دے سکے۔ مگر جونہی حالات بہتر ہوئے انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ اب وہ کسی ایسی خاتون کو شریک حیات بنائیں گے۔ جو صورت اور سیرت ہر لحاظ سے انہیں پسند ہو۔ وہ 1914ء میں

کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے سالانہ اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوئے۔ مسلم لیگ کی صدارت قائداعظم کررہے تھے۔ اس کے علاوہ کانگریس کے بھی وہ لیڈر تھے۔ اس اجلاس میں بمبئی کے مشہور پارسی رئیس سرڈنشا پٹیٹ کی صاحبزادی مس رتن بھی شریک تھیں۔ جن کی عمر اگرچہ صرف سولہ سال تھی۔ لیکن شکل وصورت اور سیرت وعادات کے لحاظ سے ایک مثالی خاتون تھیں۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی تھیں۔ انہوں نے جب قائداعظم کی فصیح وبلیغ تقریریں سنیں اور ان کی خوبصورت شخصیت کو دیکھا تو اتنی متاثر ہوئیں کہ اپنے دل میں ان سے شادی کا پکا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ کوئی دوسال بعد انہوں نے اسلام قبول کرکے ان سے شادی کرلی۔

پارسی غیر مذہب تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کی لڑکی اپنا مذہب تبدیل کرکے مسلمان ہوگئی ہے۔ تو وہ اسے برداشت نہ کرسکے۔ انہوں نے قائداعظم پر اغوا کا جھوٹا مقدمہ کردیا اور انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں بھی دیں۔ لیکن آپ نے اس مخالفت کی ذرا بھی پروانہیں کی۔ ان کے خلاف یہ مقدمہ ہائیکورٹ میں پیش ہوا تو جج بھی ایک متعصب پارسی تھا۔ اس نے قائداعظم سے پوچھا کہ آپ اس خاتون کے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ صرف اس لئے کہ یہ لاکھوں کی وارث ہے؟ آپ نے جواب دیا یہ بات خود میری بیوی سے پوچھ لیجئے۔ اس پر اس وفا شعار خاتون نے کہا مجھے اپنے خاوند سے محبت ہے اور میں نے خوشی سے اسلام قبول کیا ہے جہاں تک مال ودولت کا تعلق ہے اس کی

نہ مجھے ضرورت ہے اور نہ میرے خاوند کو۔

یہ سن کر جج نے قائداعظم کو باعزت بری کر دیا لیکن قائداعظم کی خوشیاں زیادہ دیر قائم نہ رہ سکیں۔ 1929ء میں مسز جناح اچانک بیمار ہوئیں اور طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ قائداعظم اکیلے رہ گئے لیکن انہوں نے پھر ساری عمر اور شادی نہیں کی۔ یہ دیکھ کر ان کی ہمشیرہ مس فاطمہ جناح نے انہیں سہارا دیا۔ انہوں نے اپنی زندگی کو اپنے پیارے بھائی کیلئے وقف کر دیا اور دکھ سکھ میں ان کی شریک ہو گئیں۔ بہت کم ایسی بہنیں ہوں گی۔ جنہوں نے بھائی کے لئے اتنی بڑی قربانی دی ہو۔

☆☆☆☆

عملی سیاست

قائداعظم نے جب عملی سیاست کے میدان میں قدم رکھا تو اس وقت برصغیر کی آزادی کیلئے ایک ہی سیاسی جماعت تھی آل انڈیا کانگریس، اس لئے آپ 1900ء میں کانگریس میں شامل ہو گئے۔ 1906ء میں دادا بھائی نوروجی نے جو اس وقت کانگریس کے صدر تھے۔ آپ کو اپنا پرائیویٹ سیکرٹری رکھ لیا۔ اسی سال کلکتے میں کانگریس کا سالانہ اجلاس ہوا تو آپ نے پہلی بار اس کے عوامی اسٹیج پر کھڑے ہو کر خطاب کیا۔ آپ کی تقریر کا انداز اتنا پرجوش

اور مدلل تھا کہ ہر طرف آپ کی دھوم مچ گئی۔ آپ عوام میں اسقدر مقبول ہوئے کہ 1909ء کے انتخابات میں بمبئی سے آپ ہندوستان کی مجلس قانون ساز کے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوگئے۔ آپ نے مرکزی قانون سازی اسمبلی میں مسلسل کئی سال تک بے خوفی، جرأت اور قابلیت سے ملک کی بے لوث خدمت کی۔ اسمبلی میں جب آپ اپنی گرجدار آواز میں خطاب کرتے تو ہر طرف ایک جادو کا سا سماں بندھ جاتا۔ اسمبلی میں عوام کے مفاد کیلئے جو بل بھی پیش ہوتا آپ اس کی پرزور حمایت کرکے اسے پاس کراتے اور اس سلسلے میں آپ کسی کی بھی پروانہیں کرتے تھے۔

☆☆☆☆

بے خوف شخصیت

اللہ تعالیٰ نے محمد علی جناح کی شخصیت میں وہ تمام خوبیاں جمع کردی تھی جو ایک عظیم الشان رہنما کیلئے ضروری ہوتی ہیں۔ آپ بے حد صاف گو اور نڈر تھے۔ ہمیشہ حق کی حمایت کرتے اور کسی سے کوئی خوف نہیں کھاتے تھے۔ اپنے اصولوں پر سختی سے قائم رہتے اور اس سلسلے میں کسی قسم کا لالچ آپ کو اپنے راستے سے نہ ہٹا سکتا تھا۔ گویا وہ علامہ اقبال کے اس شعر کی مجسم تصویر تھے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ایک دفعہ بمبئی ہائی کورٹ میں ایک مغرور قسم کے جج کی عدالت میں وہ کسی مقدمے کی پیروی کر رہے تھے۔ جج نے کہیں یہ کہہ دیا...... مسٹر جناح! یہ ایک جج کی عدالت ہے۔ کسی ادنیٰ مجسٹریٹ کی نہیں، آپ نے فوراً جواب میں کہا جناب کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں بھی کوئی ادنیٰ بیرسٹر نہیں یہ سن کر جج اور عدالت میں موجود تمام لوگ دنگ ہو کر رہ گئے۔

قائداعظم کی لارڈ ولنگڈن سے معرکہ آرائی تو بہت مشہور ہے۔ ان دنوں لارڈ ولنگڈن بمبئی کے گورنر تھے اور نہایت بدمزاج اور اکھڑ حاکم تصور کئے جاتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کا زمانہ تھا۔ جرمن فوج انگریزوں کو شکست پہ

شکست دے کر آگے بڑھ رہی تھی۔ لارڈ ولنگڈن نے اسی سلسلے میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ جس میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے لیڈروں کو مدعو کیا۔ جلسے کے شروع میں لارڈ ولنگڈن نے مشہور ہندوستانی رہنما مسٹر تلک کو تقریر کی دعوت دی۔ ابھی انہوں نے تقریر شروع ہی کی تھی کہ لارڈ نے اختلاف کے سبب انہیں پلیٹ فارم سے نیچے اتار دیا۔ یہ ایک لیڈر کی کھلی توہین تھی۔ جس سے تمام رہنما پریشان ہو گئے ان کے بعد لارڈ ولنگڈن نے محمد علی جناح کو تقریر کیلئے بلایا تو انہوں نے وہ تمام باتیں بے خوفی اور جرأت کے ساتھ کہہ دیں جو مسٹر تلک بیان کرنا چاہتے تھے لارڈ ولنگڈن نے تقریر کے دوران انہیں کئی بار ٹوکا بھی لیکن محمد علی جناح اپنی تقریر مکمل کر کے ہی اسٹیج سے اترے۔

لارڈ ولنگڈن کے اس قابل اعتراض رویے سے بمبئی کے تمام لوگ اس کے خلاف ہو گئے۔ اورانہوں نے اس کی مذمت میں ایک بڑا جلسہ کیا۔ جس میں خطاب کرتے ہوئے محمد علی جناح نے نہ صرف حکومت کی پالیسی پر سخت تنقید کی بلکہ یہ فیصلہ کیا کہ جس جلسے کی صدارت لارڈ ولنگڈن کریں گے ہم اس میں شرکت نہیں کریں گے۔ پھر لارڈ ولنگڈن کو ان کے غلط طرز عمل پر کھری کھری بھی سنائیں لیکن لارڈ ولنگڈن کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ کے خلاف کوئی کارروائی کرتے۔

کچھ دنوں بعد لارڈ ولنگڈن کی گورنری کی میعاد ختم ہوگئی کچھ خوشامدی لوگوں نے شہر کے ٹاؤن ہال میں لارڈ کو الوداعی دعوت دینا چاہی تو قائداعظم نے اس کی بھرپور

مخالفت کی اور عین جلسے کے دن ٹاؤن ہال پر زبردست احتجاج کیا۔ جس سے جلسہ ناکام ہوگیا اور لارڈ کو اس میں شرکت کی جرأت نہ ہوسکی۔ لوگوں نے آپ کو کندھوں پر بٹھا لیا۔ اور آپ کے اعزاز میں ایک شاندار جلسہ منعقد کیا۔ جس میں محمد علی جناح کی بے مثال اور بے خوف قیادت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس کارنامے کی یاد میں بمبئی میں جناح ہال تعمیر کیا گیا۔ جو آج تک قائم ہے۔

کئی سال بعد جب لارڈ ولنگڈن دوبارہ ہندوستان وائسرائے بن کر آئے تو آپ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ یہاں ٹھہریں، چنانچہ آپ انگلستان چلے گئے اور جب تک لارڈ ولنگڈن وائسرائے رہے۔ آپ ہندوستان واپس نہ آئے۔

☆☆☆☆

کانگریس سے علیحدگی

قائداعظم اگرچہ کانگریس میں شامل تھے لیکن اس کے باوجود برصغیر کے مسلمانوں کے مفاداوران کے حقوق کے محافظ تھے۔ چنانچہ وہ مسلم لیگ میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں تاکہ آزادی کی تحریک میں زیادہ سے زیادہ زور پیدا ہو۔ 1915ء سے 1920ء تک اسی غرض سے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کے سالانہ اجلاس ایک ہی جگہ پر ہوتے رہے آپ اس عرصے میں

دونوں جماعتوں کے رکن تھے۔ دونوں قوموں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش میں آپ ملک میں اتنے مقبول ہوئے کہ لوگ آپ کے ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہنے لگے۔

1916ء میں آپ کی انتھک کوششوں سے مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان ایک معاہدہ ہوا، جس کے مطابق مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کو تسلیم کرلیا گیا۔ 1917ء میں آپ نے حکومت برطانیہ کو ہندوستان کی حکومت خود اختیاری کی تجاویز کے طور پر ایک منشور بھیجا۔ جو کانگریس کی مخالفت کے باوجود منظور ہوگیا اور 1919ء میں اسے قانونی شکل حاصل ہوگئی۔ کانگریس نے اس کی کھلم کھلا مخالفت کا فیصلہ کیا اور 1920ء میں ناگپور میں اپنا اجلاس

بلایا۔ ہندوستان کے مشہور لیڈر گاندھی جی کی تجویز تھی کہ حکومت سے کسی سلسلے میں تعاون نہ کرتے ہوئے سول نافرمانی کی جائے۔لیکن محمد علی جناح اس تجویز کے مخالف تھے۔وہ یہ جانتے تھے کہ یہ تحریک کبھی کامیاب نہ ہوگی اور اس سے مسلمان جو پہلے ہی پسماندہ تھے بالکل تباہ ہو جائیں گے۔ان کا خیال تھا کہ اگر اس تحریک کو آہستہ آہستہ آئینی طریقے سے چلایا جائے تو اس سے آزادی کی تحریک کو زیادہ فائدہ پہنچے گا۔کانگریس کے اس اجلاس میں اکیلے محمد علی جناح ہی تھے۔جنہوں نے اس تجویز کی بھرپور مخالفت کی لیکن جب اس کے باوجود کانگریس نے اسے منظور کرلیا تو آپ کو یقین ہوگیا کہ کانگریس مسلمانوں کی دشمن جماعت ہے اور ہندوؤں کا فائدہ سوچتی ہے تو آپ نے کانگریس کو چھوڑ دیا۔

قانونی جنگ

جیسا کہ محمد علی جناح کا خیال تھا گاندھی جی کی تحریک آخر ناکام ہوئی۔ جس سے ہندو مسلم دونوں قوموں میں ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانیاں پیدا ہوگئیں۔اصل میں بات یہ تھی کہ جب ہندوؤں کو انگریزی حکومت کے سامنے ناکامی ہوئی تو انہوں نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے مسلمانوں پر اپنا غصہ نکالنا شروع کیا۔ان کے دو سخت متعصب لیڈروں پنڈت مالویہ اور سوامی شردھانند کی شدھی (مسلمانوں کو ہندو بنانا) سنگھٹن (انہیں ہندو بنا کر

ہندو قوم میں شامل کرنا) اور گاؤ رکھشا (گائے کو ذبح ہونے سے بچانا) جیسی فساد انگیز اور نفرت پر مبنی تحریکوں نے سارے ملک کی فضا خراب کر دی۔ جس سے جگہ جگہ فساد اور بلوے ہونے لگے۔ محمد علی جناح نے چار سال تک ہندو مسلم دونوں قوموں میں اتحاد پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ چنانچہ 1926ء میں آپ نے باہمی مفاہمت کے لئے تجاویز بھی پیش کیں جواب میں کانگریس نے نہرو رپورٹ مرتب کی جس میں مسلمانوں کے حقوق اور ان کے مطالبات کا صحیح خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ آپ نے اس میں کچھ تبدیلیاں کرنا چاہیں کانگریس نہ مانی اور اس نے یہ رپورٹ منظوری کے لئے حکومت انگلستان کو بھجوا دی۔

کانگریس کے اس رویے سے مسلمانوں میں بے چینی اور

بے اطمینانی پھیل گئی، چنانچہ آپ نے باہمی اختلافات مٹانے کیلئے حکومت کو گول میز کانفرنس بلانے کی تجویز پیش کی۔ جسے حکومت نے منظور کر لیا۔ لیکن جب 1930ء میں حکومت کی طرف سے دونوں قوموں کے رہنماؤں کی گول میز کانفرنس بلائی گئی تو کانگریس نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا البتہ 1931ء میں جب یہ کانفرنس پھر بلائی گئی تو کانگریس کی طرف سے اس میں گاندھی جی شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں قائداعظم نے برصغیر کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے مطالبات اس پرزور طریقے سے پیش کئے کہ حکومت کو وہ تمام مطالبات ماننے پڑے۔

☆☆☆☆

مسلم لیگ کی قیادت

1930ء سے 1934ء تک قائداعظم کا برطانیہ میں قیام رہا اور وہاں وہ پریوی کونسل میں بیرسٹر کی حیثیت سے وکالت کرتے رہے۔ اسی عرصے میں برصغیر کی تحریک آزادی کے مشہور لیڈر مولانا محمد علی جوہر اچانک وفات پا گئے۔ اس سانحے سے مسلمان بے سہارا ہو کر رہ گئے۔ اب برصغیر میں ان کا کوئی رہنما نہ رہا۔ آخر 1933ء میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا۔ جس میں اتفاق رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ کو

نئے سرے سے منظّم کیا جائے اور محمد علی جناح کو اس کی قیادت قبول کرنے کو کہا جائے۔

چنانچہ قائداعظم واپس ہندوستان آ گئے اور انہوں نے مسلم لیگ کی تنظیم نو شروع کر دی انہوں نے اس قدر انہماک اور خلوص سے کام کیا کہ مسلمان جو سالہا سال سے سیاسی اور مذہبی فرقہ بندیوں کا شکار تھے ایک مرکز پر اکٹھے ہو گئے۔ گویا ایک مردہ قوم میں زندگی کی نئی روح پیدا ہو گئی۔ 1934ء میں آپ مسلم لیگ کے مستقل صدر چنے گئے اسی سال آپ مرکزی قانون ساز اسمبلی کے بھی ممبر منتخب ہوئے۔

حکومت انگلستان نے گول میز کانفرنس کے بعد ہندوستان کے لوگوں کو حکومت خود اختیاری دینے کیلئے انڈیا ایکٹ کے نفاذ کا اعلان کیا تو قائداعظم نے پھر محسوس کیا کہ

دونوں قومیں یعنی ہندو اور مسلمان مل بیٹھ کر کچھ باتیں طے کرلیں لیکن ہندو لیڈر نہ مانے۔ اس کے بعد جب ملک میں انتخابات ہوگئے تو آپ نے کانگریس کے سامنے پھر یہ تجویز پیش کی کہ صوبوں میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں مل کر وزارتیں بنائیں تاکہ ملک کی تعمیر وترقی کیلئے کام کیا جاسکے لیکن کانگریس نے اس سے بھی انکار کردیا اورتو اور کانگریس کے لیڈر پنڈت نہرو نے اقتدار کے نشے میں یہ تک کہہ دیا کہ ملک میں صرف دو قوتیں ہیں ہندو اور برطانیہ، یہ سن کر قائداعظم نے اس کی سختی سے تردید کی اور دوٹوک کہا کہ ایک تیسری قوت بھی ہے اور وہ ہے مسلمان قوم۔

اب آپ نے محسوس کیا کہ جب تک مسلمان ایک منظّم زندہ اور طاقتور قوم نہیں بنیں گے۔ ہندو اُن کی بات پر توجہ

نہیں دیں گے۔ چنانچہ اب آپ نے پہلے سے بھی بڑھ کر انتہائی محنت سے مسلمانوں کو متحد اور منظّم کرنا شروع کردیا اب جب 1936ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا تو اس میں ایک انقلاب پیدا ہوچکا تھا۔ پہلے وہ جاہ پسند اور خود غرض جاگیرداروں اور وڈیروں کی جماعت تھی۔ اب عام مسلمان دو آنے سالانہ چندہ دے کر اس کا ممبر بن سکتا تھا۔ مسلم لیگ پہلے ایک مردہ جماعت تھی جس کے پاس کوئی خاص پروگرام نہ تھا اور نہ ہی اس کے کارکن منظّم تھے۔ لیکن اب عوامی جماعت بننے کے بعد اس کا نصب العین بھی بدل گیا مخلص اور بے غرض کارکن عام تھے گویا دیکھتے ہی دیکھتے مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی سب سے بڑی اور نمائندہ جماعت بن گئی۔ اس تبدیلی کا اثر یہ ہوا کہ اب مسلم

لیگ کا سیاسی نظریہ بھی واضح ہوگیا اور لکھنؤ کے مقام پر 1937ء کے سالانہ اجلاس محمد علی جناح کی صدارت میں مسلم لیگ نے مکمل آزادی کو اپنا نصب العین بنالیا۔ یوں مسلم لیگ اب کانگریس کے ہم پلہ ملک کی تیسری بڑی قوت بن کرابھری۔

اس عرصے میں کانگریسی وزارتوں نے اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں پر بے تحاشا ظلم توڑے۔ کانگریس نے اقتدار میں آتے ہی اردو زبان کو بدلنا چاہا۔ مسلمان طالب علموں کو مجبور کیا کہ وہ گاندھی جی کی تصویر کی پوجا کریں اور کانگریسی جھنڈے کو سلامی دیں حمد وثنا کی بجائے بندے ماترم کا مشرکانہ گیت قومی ترانہ قرار دیا گیا۔ شدھی کی تحریک کو سیاسی طور پر دوبارہ زندہ کیا گیا۔ مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں اور

کاروبار سے محروم کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں اور ان پر جھوٹے مقدمات چلا کر انہیں جیلوں میں بند کیا گیا۔ لوٹ مار اور قتل وغارت سے مسلمانوں کا پیمانہ صبر جب لبریز ہوگیا تو قائداعظم نے حکومت سے بار بار سخت احتجاج کیا۔ آخر 1939ء میں دوسری جنگ عظیم کے شروع ہونے پر کانگریسی وزارتوں نے انگریزی حکومت کی پالیسی کے خلاف استعفیٰ دے دیا اور ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے مل کر ''یوم نجات'' منایا۔

☆☆☆☆

منزل کی جانب

انہی دنوں قائداعظم نے وضاحت کے ساتھ مشہور دوقومی نظریئے پر زور دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ ان کا مذہب، رہن سہن اور زبان بھی الگ ہے۔ اس لئے آزادی ملنے کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کو ایک الگ وطن ملنا چاہیئے جہاں وہ آزادی اور خودمختاری سے اپنی زندگی بسر کرسکیں۔ انہوں نے بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ اب ہندو جیسی متعصب اور تنگ نظر قوم کے ساتھ مسلمان نہیں چل سکتے۔

چنانچہ آپ نے ہندوستان کے مختلف علاقوں کے دورے کیئے اور ہر جگہ مسلم لیگ کی کمیٹیوں کی تنظیم نو کی اور مسلمانوں کو اتحاد یقین اور عمل کا پیغام دیا۔

1940ء میں محمد علی جناح کی صدارت میں لاہور میں مسلم لیگ کا تاریخی سالانہ اجلاس ہوا۔ جس میں پہلی بار قرارداد پاکستان پیش کی گئی۔ لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے کونے کونے سے مسلمانوں نے اس جلسے میں شرکت کی۔ 23 مارچ کو قرارداد منظور ہوئی تو ہندوؤں نے قرارداد منظور ہوتے ہی ہندو میں ایک ہلچل مچ گئی اور انہوں نے اس کی مخالفت شروع کردی۔ اسی جلسے میں قوم نے محمد علی جناح کو قائداعظم کا لقب دیا۔ قائداعظم نے حوصلہ نہ ہارا اور وہ ہندوؤں کی مخالفت کے سامنے ایک فولادی چٹان

کی طرح ڈٹ گئے۔ انہیں مسلم لیگ کے مستقل صدر کا منصب حاصل ہوگیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی وکالت چھوڑ کر اپنا سارا وقت اب پاکستان کے لئے وقف کر دیا۔ یہ اجلاس ایک طرح سے مسلمانوں کی منزل مقصود کے لئے سنگ میل ثابت ہوا۔ مسلمان رہنماؤں کے علاوہ قوم کے بچے بچے کی منزل اب پاکستان تھا یعنی قوم اپنے قائد کی رہنمائی میں ایک قافلے کی صورت میں منزل کی جانب چلنے لگی۔

☆☆☆☆

آزمائش کی گھڑی

حکومت انگلستان نے اگست 1940ء میں اعلان کیا کہ دوسری جنگ عظیم ختم ہوتے ہی وہ ہندوستان کا کوئی ایسا سیاسی حل پیش کرے گی جو ملک کی تمام جماعتوں کیلئے قابل قبول ہو۔ چنانچہ اس نے سر سٹیفورڈ کرپس کو یہاں بھیجا۔ تا کہ کوئی حل تلاش کیا جائے۔ آخر کافی بات چیت کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کیلئے ایک الگ وطن کا حق مان لیا گیا۔ قائداعظم نے اپنی خداداد قابلیت اور تدبر سے جس طرح انگریزوں اور ہندوؤں کی چالوں کا اکیلے مقابلہ کیا۔ اس کی

مثال نہیں ملتی۔آخر یہ فیصلہ ہوا کہ پاکستان کے قیام کا فیصلہ مسلمان عوام خود کریں گے۔اور اس کے لئے پورے ملک میں رائے شماری ہوگی۔چنانچہ جنوری 1947ء میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے مسلم لیگ نے ہر جگہ شاندار کامیابی حاصل کی اور یہ سب کچھ قائداعظم کی بےنظیر قیادت کے سبب تھا گویا مسلم لیگ اس آزمائش کی گھڑی میں سرخرو ہوئی۔

اپریل 1946ء میں انگلستان نے اپنا ایک وزارتی مشن ہندوستان بھیجا۔جس نے دہلی اور شملہ میں مختلف لیڈروں سے بات چیت کی لیکن ہندو لیڈروں کی ضد کے باعث کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔آخر لارڈ ماونٹ بیٹن کو وائسرائے بنا کر بھیجا گیا۔انہوں نے 3 جون 1947ء کو اپنی تجویز

پیش کی۔جسے ہندو مسلم رہنماؤں نے منظور کرلیا۔اسی تجویز کے مطابق 14 اگست 1947ء کو پاکستان عالم وجود میں آیا۔ہندوؤں نے جب دیکھا کہ اب ان کی دال نہیں گلے گی تو انہوں نے سکھوں کو اپنے ساتھ ملا کر ملک میں فساد کی آگ بھڑکادی۔قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا اور لاکھوں کی تعداد میں نہتے مسلمان شہید ہوئے اور مہاجرین کی ایک بڑی تعداد کو پاکستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔

☆☆☆☆

معمارِقوم

قائداعظم پاکستان کے بانی تھے۔ چنانچہ انہیں ہی اس ملک کا پہلا سربراہ مقرر کیا گیا۔ یعنی وہ گورنر جنرل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر 71 برس تھی۔ لیکن اس ضعیفی کے باوجود انہوں نے اس نئی مملکت کی تعمیر کیلئے رات دن کام کیا۔ ان کی کوشش تھی کہ پاکستان مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہوجائے تاکہ جلد ہی دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں اس کا شمار ہو۔

مسلسل محنت سے آپ کی صحت پر بُرا اثر پڑا اور وہ بیمار

پڑ گئے تو ڈاکٹروں کے مشورے پر وہ کراچی سے زیارت جیسے صحت افزا مقام پر منتقل ہوگئے لیکن اس کے باوجود وہ تھوڑے دنوں کیلئے سٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کیلئے 29 جون 1948ء کو کراچی تشریف لائے اور 4 جولائی کو واپس زیارت چلے گئے۔ طبیعت کچھ سنبھلی تو آپ پھر ملک کے سرکاری کاموں میں مصروف ہوگئے۔ لیکن آخر کب تک؟ لگاتار محنت سے صحت پھر خراب ہوگئی۔ 11 ستمبر کو بے ہوشی کی حالت میں ہوائی جہاز سے کراچی آئے اور اسی کیفیت میں وہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنِ

☆☆☆☆

آخری سفر

11 ستمبر 1948ء کو جب ریڈیو سے آپ کی وفات کی خبر نشر ہوئی تو نہ صرف پورا پاکستان بلکہ سارا عالم اسلام گہرے سوگ میں ڈوب گیا قوم پر یہ المناک خبر بجلی بن کر گری۔ ہر آنکھ رو رہی تھی، ہر دل غمناک تھا، لوگ آنسوؤں اور آہوں کی صورت میں اپنے محبوب قائد کو خراج تحسین پیش پیش کر رہے تھے۔ لاکھوں کی تعداد میں سوگوار جنازے میں شریک تھے اور مسلسل قائد اعظم زندہ باد کے ملک شگاف نعرے لگا رہے تھے۔ تقریباً 5 لاکھ افراد نے مولانا شبیر احمد

عثمانی کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی۔ جس میں عوام کے علاوہ وزیروں، سفیروں اور سرکاری افسروں نے شرکت کی۔ آخر شام کے وقت آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ جہاں آپ کی قبر ہے وہاں اب ایک عظیم الشان مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ جو فنِ تعمیر کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس مقبرے پر دور دور سے لوگ آتے ہیں اور فاتحہ خوانی کر کے اپنے عظیم قائد کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

اخلاق و عادات

قائداعظم بلاشبہ ایک عظیم انسان تھے۔اور ان میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو بڑے لوگوں میں ہوتی ہیں۔وہ خود نہایت صاف ستھرے رہتے اور صفائی ستھرائی کو زندگی کے ہر میدان میں عزیز رکھتے تھے۔ایک اصول پرست انسان تھے اور کبھی اصولوں پر سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔ ارادے کے اتنے پکے تھے کہ انہیں بڑے سے بڑا لالچ بھی اپنی راہ سے نہیں ہٹا سکتا تھا۔وقت کے پابند اور وعدے کے سچے تھے، ہمیشہ سچ بولتے، جھوٹ سے انہیں نفرت تھی کسی کو

دھوکہ دینا یا امانت میں خیانت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ایک سیاستدان تھے لیکن سیاست میں بھی انہوں نے اصولوں کی پاسداری کی اور ہمیشہ صاف ستھری سیاست کی تاریخ میں ان جیسے با اصول سیاستدان کم ہی ملیں گے ان کی چمکدار آنکھوں میں ایک مقناطیسی کشش تھی جو مخالف کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ ان کی آواز نہایت صاف اور گرجدار تھی اور اس میں بلا کا اعتماد تھا۔ وہ چھریرے بدن کے ایک بلند قامت انسان تھے۔جن کی شخصیت میں بے انتہا جاذبیت تھی۔

☆☆☆☆

خوراک

قائداعظم خوراک کے معاملے میں سادگی لیکن نفاست کے قائل تھے چنانچہ وہ مشرقی اور مغربی ہر قسم کے کھانے پسند کرتے تھے۔ شرط صرف یہ تھی کہ وہ صحت بخش اور لذیذ ہوں۔ خود بہت کم کھاتے تھے لیکن دوسروں کو کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ ٹوسٹ اور انڈے ان کا پسندیدہ ناشتہ تھا۔ کافی کے ساتھ مچھلی یا بکرے کے پائے بھی انہیں مرغوب تھے۔ کھانے میں چپاتی یا سادہ چاول کے ساتھ دال، پلاؤ، چوزے کی یخنی اور سبزیاں انہیں پسند تھیں۔ میٹھے میں فیرنی یا

پھل کھاتے تھے۔ سہ پہر کو چائے کے ساتھ بسکٹ یا کبھی کبھار کیک اور پکوڑے وغیرہ بھی استعمال کرتے۔ رات کے کھانے میں چپاتی کے ساتھ سبزی مچھلی یا بکرے کا گوشت پسند کرتے، پھلوں میں آم اور سیب انہیں بہت مرغوب تھے۔

☆☆☆☆

لباس

قائداعظم ایک نہایت نفیس اور باذوق شخص تھے۔ بہترین اور خوبصورت لباس پہنتے جو ان پر خوب جچتا تھا۔ عام طور پر انگریزی سوٹ (پینٹ کوٹ ٹائی) پہنتے یا پھر شیروانی کے ساتھ شلوار قمیص اور قراقلی ٹوپی پہنتے جو ان کے نام سے مشہور ہوئی یعنی جناح کیپ۔ اسی طرح وہ جوتوں کے معاملے میں بھی اچھے ذوق کے حامل تھے اور ہر سوٹ کے مطابق خوبصورت جوتے استعمال کرتے۔

☆☆☆☆

مطالعہ

قائداعظم مطالعے کے بہت شوقین تھے اور یہ شوق انہیں آخر عمر تک رہا وہ روزانہ اخبارات کے علاوہ عام کتابیں بھی پڑھتے تھے۔ سیاسی کتابوں عظیم لوگوں کی سوانح عمریوں اور ادبی ڈراموں سے انہیں خاص دلچسپی تھی۔ آخری عمر میں قرآن پاک کے انگریزی ترجمے کا شوق سے مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ ہندوستانی سیاست پر کوئی کتاب ایسی نہیں تھی جو ان کی نظر سے نہ گزری ہو۔

☆☆☆☆

شگفتگی

قائداعظم ایک شگفتہ مزاج انسان تھے۔ ان کی ذاتی زندگی زندہ دلی اور مزاح سے خالی نہ تھی وہ عموماً اپنے بے تکلف دوستوں کے ساتھ بے تکلفی کا اظہار کرتے لیکن بے انتہا مصروفیت کے باعث انہیں اس کا موقع اکثر بہت کم ملتا تھا۔ البتہ کھانے یا چائے کے وقت وہ اپنے دوستوں سے تھوڑا بہت ہنسی مذاق کرلیا کرتے تھے۔

اخبار دکن ٹائمز کے ایڈیٹر محمود حسن ایک دن ان کے ساتھ کھانا کھارہے تھے۔ قائداعظم نے معمول کے مطابق

تھوڑا سا کھانا کھایا تو محمود حسن کہنے لگے آپ نے تو کچھ کھایا ہی نہیں قائداعظم نے جواب دیا دنیا میں لوگ اسی لئے تکلیفوں میں مبتلا ہیں کہ وہ کھاتے بہت ہیں۔

ایک مرتبہ قائد کار کے ذریعے میسور سے کہیں جارہے تھے۔ ان کے سیکرٹری مطلوب صاحب اور مس فاطمہ جناح بھی ساتھ تھیں کار آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ راستے میں قائد نے کہا کار سے اتر کر ذرا ٹانگیں سیدھی کرلیں اور چائے بھی پی لیتے ہیں۔ قریب ہی ایک ریلوے اسٹیشن تھا۔ وہیں پہنچ گئے مس جناح چائے کے انتظام میں لگ گئیں اور قائداعظم پلیٹ فارم پر اپنے سیکرٹری کے ساتھ ٹہلنے لگے۔ لوگوں نے انہیں پہچان لیا اسٹیشن پر ایک ہلچل سی مچ گئی جب سیکرٹری نے انہیں اس طرف متوجہ کیا تو انہوں نے ہنس کر کہا کہ یہ

چائے کا ابال ہے ابھی ختم ہو جائے گا۔

ایک دفعہ قائداعظم لندن میں پریس کانفرنس میں بتا رہے تھے کہ کانگریس کی غلط پالیسی سے مسلمانوں کو کس طرح نقصان پہنچا؟ کسی نمائندے نے کہا کہ لیکن جناب! آپ بھی تو کبھی کانگریس میں تھے۔ اس پر قائد نے کہا کہ ہاں جب میں بچہ تھا تو پرائمری اسکول میں بھی پڑھتا تھا۔

☆☆☆☆

مشغلے

قائداعظم ایک صحت مند ذہن کے ساتھ صحت مند جسم کے بھی مالک تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے مشاغل مثبت اور تعمیری تھے اگرچہ وہ بڑے میدانی کھیلوں مثلاً کرکٹ، فٹ بال، ہاکی وغیرہ میں بہت کم حصہ لیتے تھے لیکن اندرون خانہ کھیلوں مثلاً بلیرڈ وغیرہ میں زیادہ دلچسپی تھے۔ اس کے علاوہ اپنی کوٹھی کے باغ میں چہل قدمی کر لیتے یا کبھی جی چاہتا تو کار میں سمندر کے کنارے ہواخوری کے لئے چلے جاتے تھیٹر اور فلم دیکھنے کے بھی وہ شوقین تھے۔ کبھی کبھی گاف بھی کھیل لیتے تھے۔

ورثہ

قائداعظم کا سب سے بڑا ورثہ مملکت خداداد پاکستان ہے۔ جو وہ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں اور جس کی حفاظت، ترقی اور استحکام ہم سب پر فرض ہے۔ جب تک ہمارا یہ پیارا وطن پاکستان قائم ہے۔ اس کے بانی قائداعظم کا نام بھی زندہ رہے گا۔ ہمیں چاہئے کہ ان کے بتائے ہوئے اصولوں اتحاد، ایمان تنظیم پر سختی سے عمل کریں اور پاکستان کو ایک خوشحال مضبوط اور ترقی یافتہ ملک بنانے کیلئے رات دن محنت سے کام کریں۔

☆☆☆☆

ارشادات

قائداعظم کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کے ارشادات ہمارے لئے مشعل راہ سے کم نہیں۔ وہ پاکستان میں اسلامی جمہوریت چاہتے تھے۔ چنانچہ 14 فروری 1948ء کو سبی دربار میں انہوں نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطۂ حیات پر عمل کرنا ہے۔ جو ہمارے عظیم قانون ساز پیغمبر اسلام نے ہمارے لئے قائم کیا

ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اورنظریوں پر رکھی چاہئیں اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے مشوروں اور باہمی بحث و تمحیص سے کیا کریں“۔

ایک جگہ امریکہ کے لوگوں کے نام ایک پیغام میں آپ نے فرمایا۔

”جمہوریت کا سبق ہم نے اسلام اور اس کے نظریات سے سیکھا ہے۔ اسلام نے ہمیں مساوات، انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا درس دیا ہے ہم ان عظیم الشان روایات کے وارث اور امین ہیں اور پاکستان کے آئندہ دستور کے معماروں کی حیثیت سے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں“۔

قائداعظم اسلام ہی کو پاکستان میں قومیت کی بنیاد خیال کرتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ پاکستان کے مسلمانوں کا تعلق مختلف نسلوں سے ہیں۔ اس کے باوجود وہ قومی اتفاق و اتحاد اور یک جہتی کی خاطر چاہتے تھے کہ علاقوں، صوبوں، فرقوں اور قبیلوں کے فرق کو ختم کیا جائے۔ انہوں نے ایک جگہ فرمایا:

”جب تک آپ اپنے سیاسی ڈھانچے سے صوبائیت کے زہر کو نکال نہیں پھینکیں گے۔ آپ کبھی ایک سچی اور حقیقی قوم کے سانچے میں نہ ڈھل سکیں گے اور آپ متحد و متفق نہ ہو سکیں گے۔ آپ خواہ کچھ بھی ہوں اور خواہ کہیں بھی ہوں اوّل و آخر مسلمان ہیں۔ آپ ایک باقاعدہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب آپ نے اپنے لئے ایک وسیع علاقہ حاصل

کرلیا ہے۔ یہ آپ کی سرزمین ہے۔ پاکستان آپ سب کا ہے۔ آپ کی اپنی مرکزی حکومت ہے۔ جس میں مختلف جغرافیائی وحدتوں کونمائندگی حاصل ہے۔اس لئے اگر آپ خودکوایک عظیم قوم کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں تو خدا کیلئے اس صوبائیت کوفوراً ترک کردیئے۔صوبائی عصبیت ایک لعنت ہے اسی طرح فرقہ بندبھی یعنی شیعہ سنی وغیرہ''

پاکستان کی سرکاری زبان کے بارے میں آپ نے فرمایا۔''پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی اورصرف اردو۔ایک مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم باہم متحد نہیں ہوسکتی اورنہ ہی کوئی کارنمایاں انجام دے سکتی ہے۔

☆☆☆☆